© rasailojaraid.com

پروفیسر خالد شبیر احمد
سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان

دین اور سیاست

دینِ اسلام کی تعلیمات کے مطابق سیاست دین سے جُدا نہیں ہے۔ بلکہ دین کے تابع ہے۔ جو سیاست دینی اقدار اور دینی اصولوں کے اظہار کا ذریعہ نہیں بنتی اس سیاست کا دینِ اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسلام میں دین اور سیاست لازم وملزوم ہیں۔ دین بغیر سیاست کے محض عبادت کا نام بن کر رہ جاتا ہے، جو مقصدِ حیات اور سیاستِ دین کی رہنمائی کے بغیر ایک ایسی آزادی کا دوسرا نام ہے جس کے نتیجے میں ہلاکتوں اور بربادیوں کے علاوہ کچھ نہیں۔ دین اور سیاستِ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بالکل اسی تعلق کی نشاندہی کرتے ہیں جو تعلق سورج اور چاند کا ہے۔ چاند کی ساری روشنی سورج کی روشنی کا ایک پرتَو ہے۔ چاند کا اپنا کچھ نہیں' بلکہ جو کچھ وہ سورج سے لیتا ہے دنیا تک پہنچا دیتا ہے۔ بالکل اسی طرح اسلام میں سیاست کا اپنا کچھ نہیں بلکہ سیاست دین کی قوّت' دین کے اصولوں اور دینی تعلیمات کی مظہر ہے جو سیاست اسلام کی غمّاز نہیں اس کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

جن قوموں اور مذاہب کے پاس ''دین اسلام'' کی طرح کوئی مکمل ضابطۂ حیات نہیں ہے جو ان کی اس جدید دور میں رہنمائی کر سکتا ہو ان کا دین وسیاست کی تفریق کو اپنانا ایک فطری امر تھا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو کیا کرتے؟ لیکن جو مسلم ریاستیں جن میں حکومت اور سیاست کا دین کے ساتھ تعلق بیان کیا گیا ہے۔ وہ بظاہر یہ کہتے ہیں کہ اس زمانے میں سیاست یا حکومت کے کاروبار کو خدا اور رسول ﷺ کی ہدایات یا اسلامی احکامات کی روشنی میں چلایا نہیں جا سکتا۔ لیکن حقیقتاً ایسا نہیں ہے۔ دراصل حقیقت یہ ہے کہ سیاست یا کاروبار حکومت اسلامی احکامات یا اسلامی اصولوں کی پابندی سے انہیں خود نفس کُشی کی زندگی اختیار کرنی پڑتی ہے۔ اپنے ذاتی مفادات اور ذاتی خواہشات سے دستبرداری کا جو اعلان کرنا پڑتا ہے اس کے لیے وہ اپنے آپ کو آمادہ نہیں کر پاتے۔ اس لیے حکمران ٹولے نے اپنی عافیت اس غلط مفروضے میں سمجھی ہے کہ دین اور سیاست دو علیحدہ اور جُدا چیزیں ہیں۔ ورنہ آج اگر کوئی حکمران تقویٰ کی خوبی پیدا کر کے قربانی وایثار کی زندگی کو اپنا شعار بنا لے تو بین الاقوامی طور پر یہ بات ثابت کی جا سکتی ہے کہ اصل سیاست وہ ہے جو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اختیار کی جائے۔ ایسی سیاست سے دنیا کے الجھے ہوئے مسائل آج بھی حل ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس دور کا سب سے بڑا سانحہ یہ ہے کہ خود مسلمان حکمران اس راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ ثابت ہو رہے ہیں۔

ہمارے ہاں غالب اکثریت ایسے حکمرانوں کی ہے' جو اسلام کے اصولوں اور احکامات اور خدا اور رسول ﷺ کی ہدایات کے مقابلے میں اپنی نفسی خواہشات اور ذاتی مفادات کے زیادہ وفادار ہیں۔ خود پاکستان کی ساٹھ سالہ سیاست اس بات کی غمّاز ہے۔ حالانکہ یہ ملک صرف اور صرف اسلام کے نام پر وجود میں آیا تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امام ابن تیمیہؒ کے نزدیک دین وسیاست دونوں لازم وملزوم ہیں، ایک کے بغیر دوسرے کا تصوّر محال ہے موصوف کے نزدیک سیاست قیامِ دین کا ذریعہ ہے جس سے انسانوں میں تقرب علی اللہ کی خوبی پیدا ہوتی ہے۔حکومت امانت سمجھ لی جاتی ہے۔امامتِ دین حکمرانوں کا مقصود بن جاتا ہے۔مال اللہ کی راہ میں خرچ ہونا شروع ہوجاتا ہے۔انفاق پر خرچ ہونے سے دین ودنیا کی فلاح ہونے لگتی ہے وہ اپنی کتاب ’’سیاستِ شرعیہ‘‘ میں تحریر فرماتے ہیں:

’’ولایت وحکمرانی کا مقصد خلقِ خدا کے دین کی اصلاح ہے۔اگر لوگوں کا دین برباد ہوجائے تو بے حد مہلک ہوگا اور مال کے اعتبار سے دنیاوی نعمتیں ان کو کچھ فائدہ نہ دے سکیں گی؛ جن سے منعمِ حقیقی نے نوازا ہے۔اگر سلطنت دین سے محروم ہو یا دین حکومت کی پشت پناہی سے عاری ہو تو لوگوں کے اعمال فاسد ہوجاتے ہیں‘‘

امام ابن تیمیہؒ اپنے دور کا سب سے بڑا المیہ یہ قرار دیتے ہیں کہ عُمّالِ حکومت‘ حقیقت ایمان اور کمالِ دین سے محروم ہیں۔ان کے نظریات کے مطابق تاریخ انسانیت میں جب کبھی دین وسیاست کو الگ الگ کیا گیا ہے‘ معاشرے میں نتیجتاً دو گروہ پیدا ہوئے ہیں۔ایک وہ گروہ جو بظاہر تو دین دار ہوتے ہیں لیکن ان کی دین داری سے اسلامی ریاست کو صحت مند اقتدار میسر نہیں آتا اور دوسرا گروہ ایسے حکمرانوں کا وجود میں آتا ہے جو اپنے وسائل اور خوبیٔ قوّت کو بروئے کار تو لاتے ہیں‘ ان کا مقصد اقامتِ دین نہیں ہوتا۔امام ابنِ تیمیہؒ کے نزدیک یہ گروہ **مَغضُوبِ عَلَیھِم وَلاالضَّالِّین** کی صف میں شمار ہوتے ہیں کیونکہ ان دونوں میں کوئی بھی صالح کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔

مفکرِ پاکستان علامہ اقبالؒ کے ہاں دین وسیاست کی دوئی ایک قابلِ مذمت بات ہے۔اقبالؒ کے نزدیک ایسی سیاست جس میں اخلاقی اقدار سے بغاوت کی تلقین کی جائے‘ انسان کی بربادی کا باعث ہے۔یہ اخلاقی اقدار صرف دین کی تعلیمات سے ہی انسان کو میسر ہیں۔اقبال ایسے سیاست دانوں کا قائل ہے جن میں نظم وانضباط کی خوبی موجود ہو، جن میں مخصوص اخلاقی روح کارفرما ہو، سیاست کا دامن ایک طرف قانون سے بندھا ہوا ہو اور دوسری طرف اخلاق سے بھی اس کا گہرا تعلق ہو۔علامہ اقبالؒ سیاست کو صرف مادی نظم وضبط کا ذریعہ ہی قرار نہیں دیتے بلکہ اسے انسانی روح کی جلا اور بالیدگی کا سبب بھی بتاتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ان کے ہاں سیاست اور دین کے درمیان گہرا اور مضبوط تعلق بنی نوع انسان کے مفاد میں ہے۔نظامِ حکومت خواہ کوئی ہی کیوں نہ ہو اگر اس پر دین کی گرفت نہیں تو ایسی سیاست‘ چنگیزیت میں تبدیل ہوکر رہ جاتی ہے:

جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشہ ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

اقبالؒ اطالوی مفکر میکاوَلی کی اس وجہ سے مخالفت کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک یورپ کا یہ پہلا مفکر ہے جس نے مذہب اور سیاست کو دو علیحدہ علیحدہ خانوں میں بانٹ دینے کی تلقین کی۔علامہ اقبالؒ نے اپنے منظوم کلام میں بارہا سیاست ومذہب کی علیحدگی کی مذمت کی ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سیاست نے مذہب سے پیچھا چھڑایا چلی کچھ نہ پیرِ کلیسا کی پیری
ہوئی دین و دنیا میں جس دم جدائی ہوس کی امیری ہوس کی وزیری
دوئی ملک و دیں کے لیے نامرادی دوئی چشمِ تہذیب کی نابصیری

علامہ اقبالؒ کے نزدیک جو لوگ دین کو سیاست سے جُدا کرتے ہیں گویا وہ جسم کو جاں سے جُدا کرتے ہیں۔اسی لیے اقبالؒ ایسے نظامِ حکومت کے حق میں نہیں جس میں روح و مادہ' دین و سیاست کو جدا جدا کرنے کی کوشش کی گئی ہو اور ان کے نزدیک ایسا نظامِ حکومت صرف اور صرف اسلام نے ہی انسانیت کے سامنے پیش کیا ہے:

یہ اعجاز ہے ایک صحرا نشیں کا بشیری ہے آئینہ دارِ نذیری
اسی میں حفاظت ہے انسانیت کی کہ یُوں ایک ''جُنیدی'' و ''اردشیری''

علامہ اقبالؒ کے نزدیک اسلام ایک ایسا نظامِ حکومت دیتا ہے جس پر اگر عمل کیا جائے تو فقر و بے نوائی اور تاج و سریر ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں۔حکمران' حکمران بھی ہوتا ہے اور فقیر بے نوا بھی۔انسانیت کی فلاح کا راز اس بات میں مضمر ہے کہ دین و دنیا' اخلاق و سیاست ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ رہیں۔قوت و جبروت کے ساتھ عجز و انکساری ہو گی تو محبت فاتح عالم کی تفسیر مکمل ہو گی۔''جنیدی'' و ''اردشیری'' کے حسین امتزاج سے ہی ایک ایسا نظامِ سیاست وجود میں آتا ہے جو انسانیت کی تکمیل کا باعث بن سکتا ہے۔دورِ حاضر کی سیاست کی بنیادی غلطی یہی ہے کہ اس نے سیاست سے دینی اقدار کو الگ کر دیا ہے۔جس سے سیاست بے لگام گھوڑے کی مصداق ہے۔جس کے جلو میں انسانیت کے لیے تباہ کاریوں کے سوا کچھ نہیں۔آج کل جو کچھ پاکستان کے اندر اور بین الاقوامی سطح پر عراق، افغانستان، کشمیر، فلسطین یا اس سے پہلے ویت نام اور ناگاساکی، ہیروشیما میں ہو چکا ہے یہ سب کچھ بے دین سیاست کے ہی تو برگ و بار ہیں۔

میری نگاہ میں ہے یہ سیاست بے دین کنیزِ اہرمن دُوں نہاد و مُردہ ضمیر
ہوئی ہے ترکِ کلیسا سے حاکمی آزاد فرنگیوں کی سیاست ہے دیو بے زنجیر

ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم و مغفور نے اس بات کو ایک علمی مضمون میں اس طرح بیان کیا ہے:

''قدیم زمانوں میں جب انسانی تمدن نے زیادہ ترقی نہ کی تھی اور تفہیم کار کی اتنی زیادہ ضرورت پیش نہ آئی تھی' کسی ملک میں مرکزی حکومت کے اختیارات یا تو عدل گستری کے متعلق ہوتے تھے یا قومی معبود کی پرستش و عبادات کے متعلق۔دیگر سلطنتی نظم و نسق کے مسائل اٹھتے ہی نہ تھے بلکہ وہ عوام کے معاملات سمجھے جاتے تھے اور عبادت ہی نہیں عدل گستری اور جنگ بھی مذہبی مراسم کے تابع تھی۔تمدن کی ترقی کے ساتھ ساتھ کشوری اور مذہبی فرائض میں دوری پیدا ہوتی گئی۔رومیوں نے JUS (دُنیاوی قانون) کو ہمہ گیر FOS (مذہبی قانون) سے ایک الگ چیز کے طور پر ایجاد کیا۔بقول قرآن یہودیوں نے اپنے نبی سے کہا کہ ''ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر کر دو جس کے ساتھ ہم خدا کی راہ میں جنگ کر سکیں۔''

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انہوں نے مذہب وسیاست یا نبوت و بادشاہت کو الگ الگ کر دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے یہ قول انجیل میں منسوب ملتا ہے کہ: ''قیصر کی چیزیں قیصر کو دے دو اور کلیسا کی کلیسا کو''

بدھ مت اور ہندوؤں کے ہاں ترکِ دینا انسانیت کا کمال قرار دے دیا گیا۔ غرضیکہ قدیم اہل مذہب نے دنیائے ناپائیدار کو دل لگانے کی جگہ نہ سمجھا لیکن اس میں دو بنیادی مسائل نظر انداز ہو کر خامی پیدا ہو گئی۔ ایک تو گنتی کے چند فرشتہ صفت انسانوں کے سوا جو لاکھوں اور کروڑوں عوام الناس تھے۔ ان سب کے معاملات مادیت پسندانہ ہو گئے اور دوسرے سیاست کی اخلاقی بنیاد نہ رہی۔ اب کہا جا سکتا ہے کہ اسلام ہی وہ واحد دین ہے جو ان پڑھ اور اوسط درجہ اور اونچے درجہ کے انسانوں کے لیے قابل عمل دستور لایا۔ کیونکہ ہر معاشرے میں فرشتہ صفت انسانوں کی تعداد دوسرے انسانوں کی نسبت بہت کم ہوتی ہے اور انہی کو راہِ راست پر لانے کے لیے ایک مضبوط لائحہ عمل کی اشد ضرورت ہر معاشرے میں ہر وقت موجود رہتی ہے۔ جبکہ انسان نما فرشتوں اور انسان نما شیطان دونوں کی تعداد بہت کم ہوتی ہے۔

پاکستان میں یہ سانحہ ہے کہ دین دار لوگ بھی بے دین مروجہ سیاست کا شکار ہو گئے ہیں۔ ہماری سیاست ہمارے دین کے تابع نہیں رہی۔ جس کی وجہ سے دین کے نفاذ کی منزل دن بدن ہم سے دور ہوتی جا رہی ہے۔ ہماری سیاست وہ ہے جو ہمارے دین کی قوت کی مظہر ہو، جو ہمارے دین کے نفاذ کا باعث بنے شاید اسی لیے مفکرِ احرار چوہدری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ: ''دین اس کا زندہ ہے جس کی سیاست زندہ ہے۔''

بقول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہ: ''دین کا مقصد سوائے دین کی حکومت کے اور کچھ نہیں اور دین کی حکومت کا مقصد سوائے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے اور کچھ نہیں''

جب ہماری سیاست ہمارے دین کے نفاذ کا باعث بنے گی تو ہماری سیاست زندہ ہو گی اور جب ہماری سیاست زندہ ہو گی تو دین ضرور نافذ ہو گا۔ اس لیے اگر ہم چاہتے ہیں کہ اس ملک میں دین نافذ ہو تو ہمیں اپنی سیاست پاک صاف کر کے دین کے مطابق بنانا ہو گا۔ اس معاملے میں امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

> ''نظام دین کا دارومدار نظام دنیا پر ہے اور نظام دنیا بغیر امام کے محال ہے اس لیے نظام دین ایک ایسے امام کے ذریعے حاصل ہو سکتا ہے جس کی لوگ اطاعت کرتے ہوں۔''

اسی طرح امام غزالی رحمہ اللہ دین و دنیا کو جُدا نہیں کرتے وہ دونوں کو چولی دامن کی حیثیت دیتے ہیں اور دلیل میں مشہور حدیث پیش کرتے ہیں۔

> ''اگرچہ مقصود بالذات دین ہی ہے لیکن حصول دین کا ذریعہ حکومت و سیاست ہے اور بغیر حکومت کے اُخروی سعادت کا تصور ہی محال ہے۔''

© rasailojaraid.com